Regd No. L. 5254

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا

روزنامہ الفضل لاہور

ٹیلیفون نمبر ۲۹۷۹

شرح چندہ
سالانہ ۲۴ روپے
ششماہی ۱۳ "
سہ ماہی ۷ "
ماہوار ۲½ "

یوم جمعہ - خطبہ نمبر ۲۱ -

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ ؁ فی پرچہ ۱/

جلد ۶/۴۰ | ۶ احسان ۱۳۳۱ ہش ۶ جون ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۳۵

اخبار احمدیہ

ربوہ ۳ جون (بذریعہ ڈاک) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو سر میں چکر اور سینے میں جلن کی شکایت ہے۔ احباب صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

لاہور ۵ جون۔ مکرم نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کو آج بخار ۶۔۹۹ تک ہو گیا۔ اس کی وجہ سے طبیعت بہت ناساز رہی۔ احباب صحت کاملہ کے لئے دعا بدستور جاری رکھیں:

نئی دہلی ۵ جون۔ ہندوستان پارلیمنٹ میں وزیر داخلہ ڈاکٹر کٹجو نے ان خبروں کو سراسر غلط بتایا۔ کہ عام انتخابات کے وقت مدراس میں مسلم لیگ نے پاکستانی جھنڈا استعمال کیا تھا:

حکومت مصر سوڈان کو تاج مصر کے تحت نو آبادیاتی درجہ دینے کے سوال پر غور کر رہی ہے

سوڈانی وفد اور حکومت مصر کے درمیان گفت و شنید - دونوں فریق رفتہ رفتہ ہم خیال ہوتے جا رہے ہیں

قاہرہ ۵ جون۔ خبر آئی ہے کہ مصر اس تجویز پر غور کر رہا ہے کہ سوڈان کو تاج مصر کے تحت نو آبادیاتی درجہ دے کر عبد الرحمٰن مہدی پاشا کو پہلا وائسرائے مقرر کر دیا جائے۔ ادھر اسکندریہ میں سوڈانی وفد اور حکومت مصر کے نمائندوں کے درمیان بات چیت برابر جاری ہے۔ کل سوڈانی وفد کے ایک ممتاز رکن اور خرطوم اسمبلی کے صدر نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ اگرچہ بات چیت ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہے۔ اور تا حال کوئی فیصلہ کن بات طے نہیں ہوئی ہے۔ لیکن طرفین میں رفتہ رفتہ اتفاق رائے ہوتا جا رہا ہے۔ اور امید ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا سمجھوتہ ہو جائے گا۔ جو دونوں کو قبول ہو گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ سوڈانی وفد مصر کے جذبہ خیر سگالی کا معترف ہے۔ انہوں نے اس امر سے اتفاق ظاہر کیا۔ کہ اگر وہاں سب پارٹیوں کی مشترکہ حکومت بن جائے۔ تو وہ اس امر کا فیصلہ کر سکے گی کہ سوڈان کا مصر کے ساتھ الحاق کیا جائے۔ یا وہاں خود مختار حکومت کا قیام عمل میں آئے:

مسٹر محمد علی کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہے

ڈھاکہ ۵ جون۔ وزیر خزانہ مسٹر محمد علی کی صحت کے متعلق آج جو بلیٹن شائع ہوا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اب ان کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ اب وہ اٹھ کر بیٹھنے لگے ہیں۔ اور دوستوں سے بھی ہنس بول لیتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ دو ہفتہ میں سفر کے قابل ہو جائیں گے۔

جنوبی کوریا میں اسمبلی کا باضابطہ اجلاس

پوسان ۵ جون۔ جنوبی کوریا کی اسمبلی کے جو ممبر گرفتاری کے ڈر سے چھپ گئے تھے۔ انہوں نے آج باہر آکر اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی۔ چنانچہ صدر سنگمن ری کے حامیوں کی طرف سے بائیکاٹ کے باوجود اسمبلی کا باضابطہ اجلاس ہوا۔ جس میں ایک معمولی بل پاس کیا گیا۔ آج کے اجلاس میں سیاسی بحران کے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

ہندوستان کیخلاف پابندیاں عائد کر کے اسے مصالحانہ روش اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے

سلامتی کونسل سے کینیڈا کے اخبار "ٹیلیگراف جرنل" کا مطالبہ

اوٹاوہ ۵ جون۔ کینیڈا کے اخبار "ٹیلیگراف جرنل" نے لکھا ہے کہ اگر ڈاکٹر گراہم کی موجودہ مساعی بھی ناکام رہیں تو سلامتی کونسل کو چاہیئے کہ وہ ہندوستان کے خلاف پابندیاں عائد کر کے اسے مصالحانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ مسئلہ کشمیر کے حل میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ ہندوستان ریاست میں مقیم ہندوستانی فوج کم کرنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتا۔ وہ ہر بار سلامتی کونسل کی پیشکردہ تجاویز کو مسترد کر کے اس مسئلہ کے خاطر خواہ حل میں برابر روک ڈالتا جا رہا ہے سلامتی کونسل کے لئے اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ کہ وہ اس کے خلاف پابندی عائد کر کے اسے مصالحانہ روش اختیار کرنے پر مجبور کرے۔

سردار عبد الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ (مہر سنگھ) کی وفات

ربوہ ۵ جون۔ مکرم سردار بشیر احمد صاحب بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سردار عبد الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ (مہر سنگھ) ۴ جون بروز بدھ صبح ۵ بجے انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ اور تبلیغ کا بے پناہ جوش رکھتے تھے۔ جہاں رہے اور جس حال میں رہے کمال استقامت سے تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے نماز جنازہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پڑھائی۔ اور کل ہی آپ کو ربوہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ احباب بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔

پنجاب میں اون بورڈ کا قیام

لاہور ۵ جون۔ اون کی صنعت کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے پنجاب میں ایک بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ یہ بورڈ اون کی پیداوار بڑھانے اور بالخصوص بہتر اون پیدا کرنے کے سلسلے میں صوبائی حکومت کو سفارشات پیش کرے گا۔ بورڈ میں متعلقہ محکموں کے افسران کے علاوہ اونی کارخانوں کے مالکان اون برآمد کرنے والے اداروں اور بھیڑیں پالنے والوں کے نمائندوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ صوبے کے کمشنر ترقیات سرائے کے ملک اس کے صدر ہوں گے۔

لاہور میں امریکی ڈاکٹروں کی آمد

لاہور ۵ جون۔ امریکہ کے دو مشہور ڈاکٹر رالف ایف فیمسٹر اور ولفریڈ ایس ولیمز ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ پاکستان کی معیت میں آج کراچی سے لاہور پہنچے وہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ امریکہ کے فنی تعاون کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ لاہور میں ۵ روز قیام کریں گے اور اس عرصہ میں یہاں کے طبی اداروں میں معائنہ کی غرض سے تشریف لے جائیں گے

پروفیسر بخاری سے ڈاکٹر گراہم کی ملاقات

نیویارک ۵ جون۔ سلامتی کونسل کے نمائندہ کشمیر ڈاکٹر فرینک گراہم آج اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے پروفیسر اے ایس بخاری سے بات چیت کر رہے ہیں۔ وہ کل ہندوستانی نمائندے سے ملے تھے۔

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس میں طبع کرا کر ۳ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا۔

ایڈیٹر روشن دین تنویر بی۔ اے، ایل۔ ایل، بی

خطبہ جمعہ نمبر ۲۱

دُنیا کے نشیب و فراز انسان کیلئے قدرت کے اشارے ہیں کہ بڑھتے اور ترقی کرتے چلے جاؤ

آج دُنیا کے پردے پر صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جسے خدا نے اپنے عرش سے یہ کہا ہے کہ اُٹھ اور میں تجھے اٹھاؤنگا!

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۹ مئی ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

مرتبہ :- مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

تشہد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے حسب ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت کی

ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ماخلقت ھٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔

(اٰل عمران ۲۰/۱۱)

اس کے بعد فرمایا:-

انسان کو اللہ تعالےٰ نے

سب سے بڑی دولت

غور و فکر کی عطا فرمائی ہے۔ اور یہی وہ دولت ہے جو کہ انسان کو دوسرے جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ انسان کی تعریف منطقیوں نے حیوانِ ناطق کے الفاظ میں کی ہے۔ جب منطق کی ابتداء ہوئی تو پہلے پہل لوگوں نے یہ سمجھا کہ انسان اور دوسرے جانوروں میں یہ فرق ہے کہ انسان بولتا ہے اور دوسرے جانور نہیں بولتے لیکن آہستہ آہستہ جب انہیں معلوم ہوا کہ بعض جانور بھی انسانی زبان سیکھ لیتے ہیں۔ جیسے طوطے ہیں یا مینائیں وغیرہ ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ جانوروں کی چیں چیں بھی اپنے اندر کچھ معنے رکھتی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ چیونٹیاں جب چل رہی ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو جو چیونٹی غلّہ یا کوئی اور چیز دیکھ کر ایک جگہ سے آ رہی ہوتی ہے وہ آنے والی چیونٹی سے ہاتھ ملاتی ہے اور وہ آنے والی چیونٹی سیدھی اس جگہ چلی جاتی ہے جہاں غلّہ ہوتا ہے۔ اور اسے سنبھال لیتی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ

شہد کی مکھیاں

جہاں پھولوں کا ذخیرہ ہوتا ہے وہاں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کی راہنمائی سے شہد کے مخازن کا پتہ لگا لیتی ہیں۔ جب انہوں نے اس قسم کے اشارات جانوروں میں دیکھے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ جہاں تک بولی کا تعلق ہے۔ اس کے لحاظ سے تو آدمیوں کی بولی میں بھی بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ کوئی انگریزی بول رہا ہے۔ کوئی فرانسیسی بول رہا ہے۔ کوئی جرمن بول رہا ہے۔ کوئی نارویجین بول رہا ہے کوئی سویڈش بول رہا ہے کوئی فنش بول رہا ہے کوئی رشین بول رہا ہے کوئی پولش بول رہا ہے کوئی عربی بول رہا ہے کوئی سواحیلی بول رہا ہے کوئی فینٹی بول رہا ہے کوئی پنجابی بول رہا ہے کوئی اردو بول رہا ہے کوئی بنگالی بول رہا ہے کوئی چینی بول رہا ہے کوئی ملائی بول رہا ہے غرض الگ الگ قسم کی

سینکڑوں بولیاں

دنیا میں پائی جاتی ہیں کچھ لوگوں کی اور بولی ہوتی ہے۔ اور دوسروں کی اور۔ مگر باوجود اس کے جب سب کو بولنے والا سمجھا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے حلق سے نکلنے والی بولی کو تو بولی کہا جائے۔ اور پاؤں یا ہاتھ سے نکلنے والی بولی کو بولی نہ سمجھا جائے۔ آخر اپنے اپنے رنگ میں بندر بھی بولتے ہیں چڑیاں بھی بولتی ہیں اور ان کی آوازوں میں اشارے ہوتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان اشاروں کے بعد جانور ایک خاص رُخ اختیار کر لیتے ہیں۔ پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسان تو بولتا ہے مگر جانور نہیں بولتے۔ جب منطقیوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ

حیوان ناطق

کی یہ تشریح غلط کی گئی ہے۔ تب انہوں نے ناطق کے اور معنے کر لئے اور کہا کہ ناطق کے معنے یہ ہیں کہ وہ فکر کر کے نئی ایجادات کرتا ہے اور ترقی کی طرف اس کا قدم بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس حیوان ناطق کی آخری تشریح انہوں نے یہ کی کہ اس کے یہ معنے نہیں کہ جو بولتا ہے وہ انسان ہے۔ کیونکہ بولتے جانور بھی ہیں چاہے ان کی بولیاں اور رنگ کی ہیں۔ بہرحال چڑیوں میں۔ طوطوں میں۔ کبوتروں میں بلیوں میں سب میں کوئی نہ کوئی بولی پائی جاتی ہے۔ جو فرق ہے۔ انسان میں اور اُن میں وہ یہ ہے کہ انسان فکر کر کے اپنے لئے

ترقی کا ایک نیا میدان

تجویز کر لیتا ہے۔ اور وہ ہر فکر کے بعد پہلی سطح سے اونچا چلا جاتا ہے۔ لیکن دوسرے جانوروں میں یہ بات نمایاں طور پر نہیں پائی جاتی۔ تھوڑی سی بہت ایجادیں ان میں بھی نظر آتی ہیں جیسے اُود بلاؤ ہیں۔ ان کے گھروں کی ساخت کو دیکھا جائے تو پہلے زمانوں کے لحاظ سے ان میں کسی قدر فرق پایا جاتا ہے۔ کسی حد تک ان میں طب بھی پائی جاتی ہے وہ زخمی ہوتے ہیں تو علاج کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابتدائے عالم سے یہ بات ان میں چلی آ رہی ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ

غور اور فکر

کے بعد انہوں نے کسی حد تک ارتقاء کی طرف اپنا قدم بڑھایا ہے۔ ہم بچے تھے تو ہم نے ایک فاختہ ماری۔ جب میں نے اسے اٹھایا تو مجھے اس کے پیٹ پر کوئی سخت سی چیز معلوم ہوئی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس فاختہ کو کوئی زخم لگا تھا۔ جس کو تنکے کی چھال کے ساتھ سیا گیا تھا گویا جس طرح ڈاکٹر ایک گہرے زخم کو سیتا ہے۔ اسی طرح اس فاختہ یا اس کے کسی ساتھی نے اس زخم کو سیا تھا۔ اور وہ زخم اس وقت اچھا ہو چکا تھا۔ صرف تنکا باقی تھا۔ تو جانوروں میں بھی ایک حد تک ترقی تو ہے۔ مگر وہ اتنی محدود ہے کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے اور انسان کی ترقی اتنی غیر محدود ہے کہ اس کی ترقی کے متعلق یہ اندازہ لگانا کہ وہ کس سرعت سے ہو رہی ہے یہ بھی مشکل ہے گویا جہاں جانوروں کے متعلق یہ پتہ لگانا سخت مشکل ہوتا ہے کہ انہوں نے ترقی کی ہے یا نہیں وہاں انسان کے متعلق یہ اندازہ لگانا سخت مشکل ہے کہ وہ کتنا ترقی کر چکا ہے اور اس کا پہلا قدم کتنا پیچھے رہ چکا ہے پس اصل چیز جو انسان کو دوسرے جانوروں سے ممتاز کرتی ہے وہ اس کی

قوّت فکر ہے

وہ غور کرتا ہے وہ کائنات عالم کے اسرار کے متعلق فکر کرتا ہے۔ وہ ان سے بعض نتائج اخذ کرتا ہے اور پھر نتائج کے استنباط کے نتیجہ میں وہ اپنے فکر کی سطح کو اپنے اخلاق کی سطح کو اپنے ماحول کی سطح کو اپنے تمدن کی سطح کو اور اپنے تعیش کی سطح کو اور اونچا کر دیتا ہے۔ پھر وہ اور زیادہ غور شروع کرتا ہے پھر نئے زاویوں سے کائنات کے رازوں کی جستجو کرتا ہے پھر وہ اور زیادہ تحقیق اور تجسّس سے کام لیتا ہے اور اس سطح کو اور زیادہ اونچا کر دیتا ہے صرف نیک اور بد میں

مومن اور کافر

میں یہ امتیاز ہوتا ہے کہ ارتقائی قدم تو دونوں ہی اٹھاتے ہیں۔ ترقی کی طرف تو دونوں ہی

جاتے ہوتے ہیں۔ اور قوت فکریہ کے لحاظ سے دونوں ۔ مردہ بھی ہوتے ہیں اور زندہ بھی ہوتے ہیں روحانی نقطہ سے

روحانی دنیا میں

اور جسمانی طور پر ہے جسمانی دنیا میں ترقی کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر اُن کی ترقی دو مختلف رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ روحانی انسان جب اونچا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس سے ملنے کے لئے نیچے اُتر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ روحانی طور پر اونچائی اور بلندی سے نسبت دی جاتی ہے۔ اور انسان کو نیچے کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔ کیونکہ انسان ارضی ہے اور اللہ تعالیٰ سماوی ہے۔ یہ سب ایک تشبیہی زبان کے الفاظ ہیں۔ مگر ان کے بغیر ہمارا گزارا نہیں چلتا۔ اور ہم یہ الفاظ بولنے پر مجبور ہیں بہرحال جس وقت روحانی انسان ترقی کرتا ہے سماوی طاقتیں یعنی خدا اور اُس کے فرشتے نیچے کی طرف آنا شروع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ درمیان میں آکر خدا اور اُس کے بندے کا آپس میں اتصال ہو جاتا ہے اس کی طرف قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان الفاظ میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ

دنیٰ فتدلیٰ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے ملنے کے لئے اوپر گئے۔ اور خدا آپ سے ملنے کے لئے نیچے آیا۔ اور درمیان میں آکر خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے۔ مگر جو مادی لوگ ہوتے ہیں۔ اُن کی ترقی کا رنگ اس سے اُلٹ ہوتا ہے۔ وہ جوں جوں اونچے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اور زیادہ اونچا ہوتا چلا جاتا ہے۔ روحانیت میں خدا تعالیٰ کا طریق دنیٰ فتدلیٰ والا ہے۔ جوں جوں روحانی انسان کائنات عالم کے اسرار معلوم کرنے میں کامیاب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے شوق میں اوپر کی طرف چڑھتا ہے خدا تعالیٰ بھی اس سے ملنے کے شوق میں نیچے اُترنا شروع کر دیتا ہے۔ مگر مادی لوگ جوں جوں اونچے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس سے بھی زیادہ تیزی سے اونچا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر یہ دس فٹ اونچے ہوتے ہیں۔ تو بجائے

خدا تعالیٰ کے قریب

ہونے کے خدا تعالیٰ اُن سے سو فٹ اونچا ہو جاتا ہے۔ فرض کرو خدا تعالیٰ ان سے ایک ہزار فٹ کے فاصلہ پر ہے۔ اور یہ لوگ دس فٹ فاصلہ طے کر لیتے ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ خدا تعالیٰ اور ان کے درمیان نو سو نوے فٹ کا فاصلہ رہ جائے۔ خدا تعالیٰ اور اُن کے درمیان ایک ہزار ایک سو فٹ کا فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ورنہ ترقی دونوں کرتے ہیں۔ زندہ دونوں میں ہوتے ہیں۔ اور مردہ بھی دونوں میں ہوتے ہیں۔ دینی لحاظ سے بھی بعض لوگ زندہ ہوتے ہیں اور بعض مردہ۔ اور مادی لحاظ سے بھی بعض مادی لوگ زندہ ہوتے ہیں۔ اور بعض مردہ۔

روحانیت میں مردہ

ہونے کی وجہ سے وہ اپنے عالم میں مردوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور مادیت میں مردہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے عالم میں مردوں کی حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ دیکھ لو۔ مسلمانوں میں آج کل جتنے ذکر کرنے والے — زاویوں میں بیٹھ کر عبادتیں کرنے والے اور قرآن کریم پڑھنے والے لوگ ہیں وہ روحانیت سے یکسر خالی ہیں۔ اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ذکر الٰہی نہیں کرتے وہ اب بھی ذکر کرتے ہیں۔ وہ اب بھی مسجدوں میں عبادتیں کرتے ہیں۔ وہ اب بھی زاویوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں۔ مگر انہیں خدا نہیں ملا۔ پس روحانی لحاظ سے وہ مردہ ہیں۔ اسی طرح دنیوی لحاظ سے افریقہ کے وحشی قبائل یا ایشیا کے وہ ممالک جو تنزل میں گرے ہوئے ہیں۔ وہ بھی دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر ایسے بے علم اور غافل ہیں کہ

دنیوی ترقی

کے لحاظ سے وہ مردہ ہیں۔ اگر ہم یورپ کو دیکھیں اگر ہم امریکہ کو دیکھیں۔ اگر ہم اُن کی ترقی کو دیکھیں اور اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کو دیکھیں۔ تو یہ محض مردہ نظر آتے ہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں۔ کہ یہ لوگ دنیا کمانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ وجہ یہ ہے کہ دنیا کمانے کے لئے جس

غور اور فکر اور تدبیر

کی ضرورت ہے۔ اس سے وہ کام نہیں لیتے اسی طرح روحانی عالم کے مولویوں اور پنڈتوں کو دیکھیں۔ تو وہ محض مردہ نظر آتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ دنیا میں لگے ہوئے ہیں۔ بلکہ اس کے لئے کہ گو وہ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر اس کے لئے جس غور و فکر کی ضرورت تھی کائنات عالم کے جن اسرار کے معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔ ارتقائی میدانوں میں جس سرعت سے آگے بڑھنے کی ضرورت تھی۔ اس سے وہ یکسر غافل اور لاپرواہ ہیں۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

زمین و آسمان کی پیدائش اور لیل و نہار کا اختلاف یعنی اُن کا آگے پیچھے آنا۔ یہاں اختلاف سے مراد تفاوت نہیں۔ بلکہ آگے پیچھے آنا ہے۔ اس میں عقلمند لوگوں کے لئے بڑے بڑے نشانات ہیں۔ وہ سوچتے ہیں۔ کہ یہ دنیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی ہے۔ اور آسمان بنایا ہے یعنی کچھ سماوی طاقتیں ہیں اور کچھ ارضی طاقتیں ہیں۔ کچھ بلندیاں ہیں اور کچھ نشیب ہیں۔ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر انسان کو احساس ہوتا ہے۔ کہ آخر یہ چیز کسی نہ کسی غرض کے لئے بنائی گئی ہے۔ نشیب و فراز بتاتے ہیں۔ کوئی ہمیں بلندی کا سبق دے رہا ہے۔ کوئی ہمارے دلوں میں

قوت عملیہ کا شوق

پیدا کر رہا ہے۔ جیسے تم نے گھروں میں اپنے چھوٹے بچوں کو یا بھائیوں کو اور بھتیجوں کے بچوں کو دیکھا ہوگا۔ کہ جب کوئی بچہ چلنے لگتا ہے۔ تو ماں۔ باپ یا بھائی وغیرہ روٹی کا کوئی ٹکڑا یا پھل یا پھول اُسے دکھاتے ہیں کہ کھڑے ہو کر ہم سے لے لو۔ بچہ اُسے دیکھتا ہے۔ اور وہ کانپتے اور لڑکھڑاتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔ اس پر وہ اپنا ہاتھ ذرا پیچھے کر لیتے ہیں۔ تاکہ بچہ ایک قدم آگے بڑھے اور اسے لینے کی کوشش کرے۔ چنانچہ بچہ بڑی مشکل سے ایک قدم چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض دفعہ وہ گر بھی پڑتا ہے۔ مگر پھر اُٹھتا ہے۔ اور ایک قدم چل کر روٹی کا ٹکڑا یا پھل یا پھول لے لیتا ہے۔ اور وہ خوش ہوتا ہے۔ کہ میں نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ اُس کے چند گھنٹے بعد وہ پھر اُسے روٹی کا ٹکڑا دکھاتے ہیں۔ اور بچہ سمجھتا ہے کہ ایک قدم پر یہ ٹکڑا مجھے مل جائے گا۔ مگر اب کی دفعہ ایک قدم پر اُسے وہ چیز نہیں دی جاتی۔ بلکہ دو قدم اُٹھانے پر اُسے چیز دی جاتی ہے۔ اسی طرح اُس کا حوصلہ

بڑھتا چلا جاتا ہے

اس کی طاقت زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور پھر وہ رفتہ رفتہ اتنی طاقت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ سینکڑوں میل تک چلتا چلا جاتا ہے مسلسل نہیں بلکہ اگر اسے ہفتہ دو مہینے یا سال بھر بھی پیدل سفر کرنا پڑے تو وہ کر لیتا ہے۔ چنانچہ کئی لوگ ایسے ہوئے ہیں۔ جن کی ساری عمر سفروں میں ہی گزر گئی ہے۔ اور انہوں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے سفر کئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دوست ہوا کرتے تھے۔ وہ میرے استاد بھی تھے۔ انہیں حساب میں بڑا ملکہ تھا۔ مگر ساتھ ہی اُن کے دماغ میں بھی کچھ نقص تھا۔ انہیں یہ وہم ہو گیا تھا۔ کہ محمدی بیگم والی پیشگوئی اُن کے ذریعہ سے پوری ہوتی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ کئی ایسی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ جو تکلیف دہ ہوا کرتی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی عادت تھی۔ کہ بات کرتے وقت بعض دفعہ اپنی ران پر ہاتھ مارتے تھے۔ حدیثوں میں بھی پیشگوئی آتی تھی۔ کہ مسیح موعود فخذ پر ہاتھ مار کر بات کرے گا۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کبھی مجلس میں بات کرتے ہوئے ران کی طرف ہاتھ لانا۔ تو انہوں نے جھٹ کود کر آگے آجانا۔ لوگوں نے پوچھنا۔ آپ کو کیا ہوا۔ وہ کہتے۔ تمہیں معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے در حقیقت مجھے اشارہ کیا تھا۔ اس طرح مجلس میں بہت بدمزگی پیدا ہو جاتی ایک دفعہ تنگ آکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے کہہ دیا۔ کہ آپ قادیان سے چلے جائیں۔ انہیں گو جنون تھا مگر بہرحال عشق والا جنون تھا۔ دشمنی والا جنون نہیں تھا۔ انہوں نے پہلے تو اڑنا شروع کیا۔ کہ میں نہیں جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی۔ کہ جب کوئی تحریر لکھتے تو نیچے "خاکسار غلام احمد" لکھا کرتے تھے۔ یہ رقعہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ذریعہ سے ہی بھجوایا تھا۔ میں نے انہیں رقعہ دیا تو کہنے لگے۔ میں نہیں جانتا مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ کون ہوتا ہے۔ میں اس

حکم کی اطاعت

کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا کر کہہ دی آپ نے قلم اُٹھایا اور اپنے نام کے آگے "مسیح موعود" لکھ دیا۔ میں پھر وہ رقعہ لایا۔ تو دیکھ کر کہنے لگے

اب تو بڑی مصیبت ہے اب تو قادیان سے جانا ہی پڑے گا۔ چنانچہ وہ چل پڑے اس وقت ظہر کا وقت تھا۔ ظہر کے وقت وہ نکلے اور پیدل چل کر جالندھر گئے۔ جالندھر سے ہوشیارپور گئے۔ ہوشیارپور جاکر پھر قادیان واپس آئے۔ مگر قادیان کے قریب پہنچ کر پھر گھبراہٹ میں امرتسر یا لاہور چلے گئے اور تیسرے دن صبح ان سب مقامات کا چکر لگا کر قادیان واپس آ گئے اور کہنے لگے آئندہ میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا مجھے معاف کیا جائے میں

قادیان سے باہر

نہیں رہ سکتا۔ غرض دو تین دن میں وہ قادیان سے جالندھر گئے۔ جالندھر سے ہوشیارپور گئے۔ ہوشیارپور سے واپس آ کر پھر امرتسر یا لاہور گئے اور پھر واپس قادیان آ گئے گویا قریباً دو تین سو میل کا سفر انہوں نے طے کر لیا۔ ان کی انہی حرکتوں کی وجہ سے ایک دفعہ گورداسپور کے مقدمہ میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہیں تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا یہ روز مجھے دق کرتے ہیں ان کا کوئی انتظام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ دوست جو ساتھ تھے انہوں نے آپس میں مشورہ کرکے ان سے کہا کہ قادیان سے ایک ضروری کتاب لانی ہے آپ جائیں اور کتاب لے آئیں

گورداسپور سے قادیان

سولہ میل کے قریب ہے۔ عشاء کے وقت وہ گئے اور رات کے بارہ بجے کتاب لے کر واپس آ گئے۔ لوگوں نے تو یہ تدبیر اس لئے کی تھی کہ کسی طرح ان کو وہاں سے نکالیں مگر وہ راتوں رات پھر واپس پہنچ گئے۔ اس پر دوست پھر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیئے وہ ہنس کر کہنے لگے مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگوں نے مجھے کیوں بھجوایا تھا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ دبا میں کوئی شرارت نہیں کروں گا۔ غرض بتیس ۳۲ میل سفر انہوں نے دو چار گھنٹوں میں کر لیا اور پھر یہ بھی نہیں کہ اس قدر سفر کے بعد وہ بارہ گھنٹے آرام کرتے ہوں بلکہ جب بھی انہیں کسی اور کام کے لئے بھجوایا جاتا فوراً تیار ہو جاتے تھے۔ تو دنیا میں بڑے بڑے تیز چلنے والے بھی پائے جاتے ہیں اور شدید ترین

سست اور غافل

بھی پائے جاتے ہیں۔ وہی بچہ جس کو دو قدم چلنے پر روٹی یا پھل یا پھول انعام کے طور پر دیا جاتا ہے بعد میں ایک بڑا سیاح بن جاتا ہے اور دو تین سو میل دو چار دن میں پیدل سفر طے کر لیتا ہے۔ اب غور کرو اتنا تیز چلنے والا کون تھا وہی تھا جو کل ایک قدم بھی انعام کے لالچ کے بغیر نہیں اٹھا سکتا تھا تو اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ انسان دیکھتا

نہیں کہ زمین و آسمان میں ایک تفاوت پایا جاتا ہے۔ بلندی کے بعد بلندی اور اونچائی کے بعد اونچائی آتی ہے۔ یہ نشیب اور فراز یہ پستی اور بلندی کیا چیزیں ہیں

یہ قدرت کے اشارے ہیں

اس امر کی طرف کہ بڑھتے چلے آؤ۔ ترقی کرتے چلے جاؤ۔ پہاڑوں پر ہم جاتے ہیں تو اسی طرح اس کی چوٹیوں پر پہنچتے ہیں۔ اگر یکدم دو میل سیدھا اونچا پہاڑ انسان کے سامنے آ جائے تو اس کی ہمت پست ہو جائے اور وہ اس پر چڑھنے کا نام بھی نہ لے۔ مگر اب کیا ہوتا ہے پچاس ساٹھ فٹ اونچا ایک ٹیلا ہمارے سامنے آتا ہے اور ہم کہتے ہیں یہ ٹیلا تو کچھ زیادہ اونچا نہیں آؤ ہم اس پر چڑھ کر نظارہ دیکھیں۔ چنانچہ ہم اس ٹیلے پر چڑھ جاتے ہیں وہاں پہنچتے ہیں تو ایک دوسرا ٹیلا نظر آتا ہے۔ پھر ہم اس پر چڑھ جاتے ہیں۔ اس طرح قدم بقدم ہمارا دل لگتا چلا جاتا ہے اور چوٹی کے بعد چوٹی ہمارے سامنے آتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ ہم

ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی پر

بھی چڑھ جاتے ہیں جو ۲۹ ہزار فٹ اونچی ہے۔ گویا پانچ میل لمبی اس کی اونچائی ہے۔ اگر اتنی اونچی پہاڑی یہاں ربوہ میں ہی ہو تو کوئی شخص اس پر چڑھنے کی جرأت نہ کرے۔ لیکن تدریجی طور پر جب ایک بلندی کے بعد دوسری بلندی آتی ہے تو انسان سہولت کے ساتھ ان بلندیوں کو طے کر جاتا ہے۔ گویا ایک ٹیلا تحریک پیدا کرتا ہے دوسرے ٹیلے پر چڑھنے کی اور دوسرا ٹیلا تیسرے ٹیلے پر چڑھنے کی دعوت دیتا ہے جیسے بچے کو پہلے ایک قدم پر روٹی کا ٹکڑا دیا جاتا ہے۔ مگر جب وہ ایک قدم چلنے کی استطاعت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے تو پھر اسے ایک قدم پر نہیں بلکہ دو قدم پر انعام دیا جاتا ہے اور اگر وہ ایک قدم پر بھی روٹی یا پھل لینے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو ماں باپ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیتے ہیں۔ اسی طرح نیچر نے ہمارے سامنے ترقیات کا ایک

غیر محدود میدان

رکھا ہے مگر اس کے لئے تدریج اور ارتقاء کا پہلو ساتھ ساتھ رکھا ہے تاکہ شوق ترقی کرے انسانی ہمت بڑھے اور اس کا حوصلہ وسیع ہو۔ جب ترقی کا ایک قدم ہم طے کر لیتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے سب کچھ پا لیا۔ لیکن وہاں پہنچتے ہی ایک اور چوٹی نظر آتی ہے اور ہمیں کہا جاتا ہے ہمت کرو اور اس چوٹی تک پہنچو۔ چنانچہ ہوتے ہوتے ایک دن ہم ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹیوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ ہوتے ہوتے ہم ناؤں

اور دریاؤں اور سمندروں کو پار کر لیتے ہیں۔ ہوتے ہوتے ہم اپنی روحانی اور اخلاقی اور تمدنی مشکلات کو حل کر لیتے ہیں۔ مشکلات بھی کبھی انتہائی رنگ میں انسان کے سامنے نہیں آتیں۔ ہمیشہ قدم بقدم اس کے سامنے آتی ہیں اور وہ قدم بقدم ان پر غالب آتا چلا جاتا ہے۔ دنیا میں

بڑی سے بڑی جنگ

بھی ہو رہی ہو تو ایک دو سال کا بچہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ دنیا کے سامنے کونسی مشکلات ہیں ایک چھوٹے بچے کے سامنے سب سے بڑی مشکل یہی ہوتی ہے کہ میں کسی طرح چند قدم چلنے لگ جاؤں۔ میں ابا یا اماں کا لفظ بول سکوں لڑائیاں ہو رہی ہوں۔ ملک تباہ ہو رہے ہوں جانیں ہلاک ہو رہی ہوں بچے کے نزدیک اس کی سب سے بڑی مشکل یہی ہوتی ہے کہ میں ابا اور اماں کا لفظ صحیح بول لوں یا میں اپنی ٹانگوں سے ایک دو قدم چل لوں۔ آخر ایک دن آتا ہے کہ وہ ان مشکلات کو حل کر لیتا ہے۔ اور اب اس کی عمر تین چار سال کی ہو جاتی ہے اب اس کا ذہن پہلے سے زیادہ روشن ہوتا ہے اور اس کی مشکلات بھی پہلے سے مختلف ہوتی ہیں۔ اب اس کی

سب سے بڑی مشکل

یہ ہوتی ہے کہ وہ الف اور ب لکھ لے۔ اس کی سب سے بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ وہ قاعدہ یسرنا القرآن پڑھ لے۔ اب بھی وہ بائرن (Byron) کا کلام نہیں سمجھ سکتا۔ وہ ٹینی سن (Tennyson) کے کلام کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ وہ کیٹس (Keats) کے کلام کو نہیں سمجھتا۔ وہ ورڈز ورتھ (Wordsworth) کے کلام کو نہیں سمجھتا یا ہمارے ملک کے لحاظ سے وہ غالب یا مومن یا ناسخ کا کلام سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ اس کے نزدیک ٹینی سن (Tennyson) کے کلام کے کوئی معنے نہیں ہوتے۔ ناسخ اور غالب کا کلام اس کے نزدیک بے معنی ہوتا ہے۔ وہ سعدی اور حافظ اور عرفی کے کلام سے بیگانہ ہوتا ہے وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ میرے سامنے بڑی مشکل یہی ہے کہ مجھے

الف۔ ب لکھنا

آ جائے اور جب وہ الف ب لکھنے لگ جاتا ہے تو بے انتہا خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے اپنا مقصد پا لیا۔ جب وہ الف ب اَب یا ب ت بَت لکھنے لگ جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ یا جب وہ

ابا یا اماں کہنے لگ جاتے تو بڑا خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تمام علوم پر میں نے قبضہ کر لیا ہے اور تمام مشکلات پر میں نے قابو پا لیا ہے۔ بلکہ جب پہلی دفعہ وہ پاجامہ پہننے لگتا ہے یا تہہ بند باندھنے لگتا ہے تو پاجامہ پہن کر یا تہہ بند باندھ کر بھی وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنی مشکلات کو حل کر لیا۔ اس کے بعد وہ آٹھ دس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے اور اب اس کی مشکلات اور زیادہ وسیع ہو جاتی ہیں اب اس کے سامنے

یہ سوال آتا ہے

میں پرائمری پاس کروں۔ پھر اور عمر بڑھتی ہے تو اس کے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ کچھ انگریزی آنی چاہیئے۔ کچھ عربی آنی چاہیئے۔ کچھ مسائل دینیہ سے واقفیت ہونی چاہیئے۔ اس وقت اگر اسے نماز کا ترجمہ بھی سکھایا جاتا ہے تو معمولی۔ اسی طرح نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کے چند موٹے موٹے مسائل اسے بتائے جاتے ہیں

دنیا کی مشکلات

ابھی اس کے ذہن میں نہیں ہوتیں اور نہ وہ ان کے سمجھنے کی استعداد رکھتا ہے۔ وہ امریکہ اور چین اور کوریا کے جھگڑوں سے ناواقف ہوتا ہے۔ وہ صرف اتنا چاہتا ہے کہ مجھے اے۔ بی۔ سی۔ ڈی آ جائے یا مجھے نہانا دھونا آ جائے یا کوئی عیاشی ہے تو اسے کھانے اور سونے کی دُعا آ جائے یہی مشکلات اس کے سامنے

کیا آپ نے یکم مئی کے پہلے سودے کا منافع مساجد فنڈ میں ادا کر دیا ہے

جماعت کے تاجر احباب توجہ فرمائیں!

یورپ میں مساجد کی تعمیر کے لئے مجلس شوریٰ کی سکیم کے مطابق جماعت کے بڑے تاجران کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے کہ وہ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کے پہلے سودے کا منافع مساجد فنڈ میں ادا کیا کریں۔ یکم مئی گذر چکی ہے تاجر دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس تاریخ کے پہلے سودے کا منافع خانہ خدا کی تعمیر کیلئے ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

وکیل المال تحریک جدید ربوہ

ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ نہ وہ سوچ سکتا ہے۔ اور نہ کسی بات کو سمجھنے کی اہلیت اور استعداد رکھتا ہے۔ پھر اسی طرح وہ قدم بقدم چلتا چلا جاتا ہے۔ اور دنیا کی مشکلات سے آگاہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی بسا اوقات اپنے ایک مخصوص ماحول میں رہنے کی وجہ سے بڑی عمر ہو جانے کے باوجود وہ دنیا کی مشکلات کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

لطیفہ سنایا کرتے تھے

کہ کوئی چوہڑا ایک دفعہ لاہور کے قریب سے گذرا اس نے دیکھا کہ سارے لاہور میں کہرام مچا ہؤا ہے۔ دوکانیں بند ہیں۔ اور مرد عورتیں اور بچے سب رو رہے ہیں۔ اور پریشانی کے عالم میں ادھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ اس دن مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت واقعہ ہوئی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کوئی متمدن بادشاہ نہیں تھا۔ مگر چونکہ طوائف الملوکی کے بعد اس نے پنجاب میں حکومت قائم کی تھی۔ اور سکھ قبائل کی طرف سے جو مظالم ہو رہے تھے۔ ان کو اس نے دور کیا تھا۔ اس لئے ہندو اور مسلمان سب اس سے محبت رکھتے تھے۔ پس ان لوگوں کے لئے جو لاہور کے رہنے والے تھے۔ اور سیاسیات کو سمجھتے تھے۔ اور جنہیں سکھوں کے انتہائی مظالم اور لوٹ مار کے بعد

مہاراجہ رنجیت سنگھ

کے عہد میں امن میسر آیا تھا۔ یہ صدمہ واقعہ میں پریشان کن تھا۔ لیکن چوہڑے کے پاس تو کچھ تھا ہی نہیں۔ اسے سکھوں نے لوٹنا کیا تھا۔ مسلمانوں کے پاس دولت تھی۔ اس لئے سکھ انہیں لوٹا کرتے تھے۔ لیکن چوہڑا جو ایک گاؤں میں رہ رہا تھا۔ اس کا تو یہی کام تھا۔ کہ ٹوکری اٹھائے اور گھر آجائے۔ یا مزدوری کرے اور واپس آجائے۔ اور مزدوری کے لحاظ سے ایک ہندو بھی اسے من ڈیڑھ من بوجھ اٹھواتا اور ایک مسلمان بھی اسے اتنا ہی بوجھ اٹھواتا اور اس کے بعد اسے روکھی سوکھی روٹی اور پیاز دے دیتا۔ یا چند پیسے دے دیتا اور وہ گھر چلا جاتا۔ پس اس کے نزدیک تو نہ پنجاب میں کبھی کوئی فساد ہؤا تھا۔ اور نہ کسی نے اسے دُور کیا۔ اس نے جو اتنے بڑے لوگوں کو

پریشانی کے عالم میں

ادھر اُدھر پھرتے دیکھا۔ تو اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ یہ اس طرح رو رہے ہیں۔ کسی نے کہا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ فوت ہو گیا ہے۔ اب اس کے لئے یہ بات اور زیادہ تعجب خیز تھی۔ کہ ایک آدمی کے مرنے پر اتنے آدمی رونے لگ جائیں۔ وہ سر پہ ہاتھ مار کر کہنے لگا۔ کہ پتہ نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ باپو ورین جیسے مر گئے۔ تے رنجیت سنگھ بیچارے دی کی حیثیت ہے۔ یعنی جب میرے باپ جیسے لوگ مر گئے۔ تو مہاراجہ رنجیت سنگھ بیچارے کی کیا حیثیت تھی۔ گویا اس چوہڑے کے نزدیک دنیا کی بہترین چیز یا نظم کو قائم رکھنے والی طاقت اس کا باپ تھا۔ کیونکہ وہ اپنے ماحول میں اس سے زیادہ حیثیت کسی چیز کی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ لیکن اگر ہم غور کریں۔ تو رنجیت سنگھ کی حیثیت بھی دنیا کے مقابلہ میں کیا تھی۔ لاہور کے رہنے والے صرف اپنے ماحول کو دیکھتے تھے۔ ان کو بھی دنیا کے مستقبل یا دنیا کی طاقتوں کا کچھ علم نہیں تھا۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ ہوئے۔ اس وقت

انگریزوں کی ایک کمپنی

ہندوستان میں حکومت کر رہی تھی۔ اور یورپین قوموں کو اتنی طاقت حاصل تھی۔ کہ ان کی ایک بریگیڈ لاہور والوں کو شکست دے سکتی تھی۔ پس ان کے سامنے بھی صرف اپنی مشکلات تھیں۔ نہ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کی طاقت ان کے سامنے تھی۔ نہ فرانس کی طاقت ان کے سامنے تھی۔ نہ جرمنی کی طاقت ان کے سامنے تھی۔ صرف چند ڈاکوؤں کی لوٹ مار اور ان کی غارتگری کے واقعات ان کے سامنے تھے اور چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان کو دور کیا۔ اس لئے ان کی نگاہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ بہت بڑا بادشاہ تھا۔ لیکن بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ان کا مطمح نظر اس چوہڑے سے بہت اونچا تھا۔ اور ان سے یورپ اور امریکہ کے لوگوں کا مطمح نظر بہت اونچا تھا۔ وہ اس سے زیادہ سوچتے تھے۔ جتنا لاہور والے سوچتے تھے۔ اور وہ اس سے زیادہ

دنیا کی مشکلات کا علم

رکھتے تھے۔ جتنی مشکلات کا لاہور والوں کو علم تھا۔ مگر پھر بھی وہ ان مسائل کو اس طرح نہیں سوچ سکتے تھے۔ جس طرح اس زمانہ میں یورپ اور امریکہ کے لوگ سوچ رہے ہیں۔ اس زمانہ میں جس قسم کی توپیں نکلی ہیں۔ جس قسم کے ہوائی جہاز نکلے ہیں۔ جس قسم کے ہتھیار نکلے ہیں۔ جس قسم کا ایٹم بم ایجاد ہؤا ہے۔ ان ایجادات اور ہتھیاروں کی پہلے لوگوں کو کہاں خبر تھی۔ وہ سوچتے تھے تو اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق۔ اور اس زمانہ کے لوگ سوچتے ہیں۔ تو اپنے حالات کے مطابق۔ اگر اس زمانہ کی ترقیات کا پہلے زمانہ کے لوگوں کے سامنے ذکر کیا جاتا۔ تو وہ ان باتوں کو ویسا ہی لغو سمجھتے جیسے اگر اس چوہڑے کے سامنے چھ کارتوس والی رائفل کا ذکر کیا جاتا۔ تو وہ کہتا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ میں ایسی لغو بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ غرض ہر ترقی مختلف

تدریجی منازل

کو طے کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ انسان اپنا حوصلہ قطعی طور پر ہار بیٹھے۔ اور وہ کسی ترقی کو بھی حاصل نہ کر سکے۔ اس چوہڑے کے لئے یہی ضروری تھا۔ کہ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت کو دیکھتا۔ لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سامنے دلی کے بادشاہ رہتے تھے۔ اور دلی کے بادشاہوں کے سامنے وہ حکمران رہتے تھے۔ جنہوں نے ان سے بھی زیادہ شاندار حکومت کی۔ اس طرح پر ایک شخص سیکھتا چلا گیا۔ اور چونکہ قدم بقدم ایک کے بعد دوسری چوٹی آئی۔ اس لئے ہر ایک نے سمجھا۔ کہ اس چوٹی کو سر کیا جا سکتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔ کہ کس طرح پستی کے بعد بلندی اور ہر بلندی کے بعد اور بلندی آجاتی ہے۔ پستی کے نیچے اور پستی پائی جاتی ہے۔ اور

بلندی کے اوپر اور بلندی

موجود ہے تم گرتے ہو۔ تو تمہیں پتہ بھی نہیں لگتا۔ کہ تم کہاں آکر گرے ہو۔ اگر وہی حالت جو آج مسلمانوں کی ہے۔ بنوامیہ یا بنو عباس کے زمانہ میں یکدم مسلمانوں کی ہو جاتی۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ اس صدمہ کی شدت کی وجہ سے ان کی جانیں نکل جاتیں۔ اور وہ سارے کے سارے مر جاتے۔ مگر آج وہ خوش ہیں۔ ان میں کوئی بے چینی نہیں۔ کوئی بے کلی نہیں سوائے چند سیاسی لوگوں کے باقی سب سمجھتے ہیں۔ کہ یہ ایک طبعی حالت ہے۔ جو ان پر وارد ہوئی ہے۔ حالانکہ اگر ہم غور کریں۔ اور مسلمان کی اس طاقت کو سمجھیں جو کسی زمانہ میں اس کو حاصل تھی۔ تو اس کا آج کا تنزل اتنا خوفناک ہے کہ اس کا تصور کر کے بھی دل بیٹھنے لگتا ہے۔ ایک زمانہ مسلمانوں پر وہ گزرا ہے۔ جب ایک

ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان

بھی یہ سمجھتا تھا۔ کہ میرے پیچھے میری قوم کی بہت بڑی طاقت ہے۔ جرمنی آج کل عارضی طور پر دبا ہؤا ہے۔ لیکن جس زمانہ میں جرمن طاقتور تھا۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ جرمن بھی اگر چین میں جاتا۔ یا جاپان میں جاتا۔ بلکہ اگر جرمنی کا ایک چوہڑا بھی وہاں چلا جاتا۔ تو وہ سمجھتا تھا۔ کہ مجھے چھیڑنا کوئی آسان کام نہیں۔ میرے پیچھے جرمنی کی توپیں ہیں۔ میرے پیچھے جرمنی کے ہوائی جہاز اور جرمنی کی فوجیں ہیں۔ یہی حال امریکہ کا ہے۔ امریکہ کا ایک معمولی سے معمولی آدمی بھی دنیا کے کسی خطہ میں چلا جائے۔ لوگ اس پر ہاتھ ڈالنے سے گھبراتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس شخص کی پشت پر امریکہ کی توپیں۔ امریکہ کے جہاز اور امریکہ کی فوجیں ہیں۔ لیکن ہندوستان کا ایک نواب بھی وہاں جاتا تھا۔ تو ڈرتا تھا۔ کیونکہ سمجھتا تھا۔ کہ میری پشت پر کوئی طاقت نہیں۔ غرض یہاں کا نواب بھی باہر جا کر ڈرتا ہے۔ مگر طاقتور حکومتوں کا چوہڑا بھی باہر جاتا ہے۔ تو اکڑ اکڑ کر چلتا ہے۔ کیونکہ سمجھتا ہے کہ میرے پیچھے میری قوم کے جہاز اور توپیں ہیں۔ اور میرے پیچھے میری

قوم کی طاقت

ہے اور اس چیز نے اس کی عزت اور رتبہ کو قائم کیا ہؤا ہے۔ یہی حال کسی وقت مسلمان کا تھا۔ آج پاکستان آزاد ہے۔ مگر چونکہ ابھی پورے طور پر اس کی طاقت مضبوط نہیں ہوئی۔ اس لئے پاکستان کا رہنے والا خواہ جرمنی چلا جائے۔ یا انگلستان چلا جائے۔ یا فرانس چلا جائے۔ یا چین اور جاپان میں چلا جائے۔ اسے وہ عزت حاصل نہیں ہوتی۔ جو ایک امریکن یا انگلستان کے رہنے والے کو ہمارے ملک میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک امریکن کے پیچھے امریکہ کے جہاز اور امریکہ کی فوجیں اور امریکہ کی توپیں کھڑی ہیں۔ لیکن ایک مسلمان کے پیچھے یہ چیزیں نہیں ہیں۔ اس لئے دنیا

ایک امریکن کی عزت

کرتی ہے۔ ایک انگلستان کے رہنے والے کی عزت کرتی ہے۔ لیکن ایک مسلمان کی عزت نہیں کرتی۔ مگر یہی چیز دنیا کے پردہ پر کسی وقت مسلمان کو حاصل تھی۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ حیثیت کا مسلمان بھی جب باہر نکلتا تھا۔ تو دنیا کی طاقتیں جانتی تھیں۔ کہ گو یہ مسلمان اَن پڑھ ہے۔ مزدور ہے۔ لیکن اگر ہم نے اس مسلمان کو چھیڑا تو چین سے لے کر اندلس تک ساری اسلامی دنیا میں تہلکہ مچ جائے گا۔

سیلون سے ایک قافلہ

آتا ہے۔ اور ہندوستان میں لوگ اسے لوٹ لیتے ہیں۔ کچھ عرب عورتیں بھی قید ہو جاتی ہیں۔ اور وہ کسی کے ذریعہ سے عراق میں پیغام بھجواتی ہیں۔ کہ عرب عورتوں کی عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے ناموس کے تحفظ کا تم سے مطالبہ کرتی ہیں۔ اس وقت

بنو امیہ

کی ایران سے ایک طرف اور سپین سے دوسری طرف جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ کہ اچانک یہ پیغام پہنچتا ہے۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک قافلہ لوٹا گیا ہے۔ اور کچھ مسلمان قید

کر لئے گئے ہیں بادشاہ نے کہا اس وقت ہمارے سامنے ایک بہت بڑی مہم ہے۔ میں اس وقت کسی اور طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ لیکن جب اسے یہ پیغام دیا گیا کہ ان قید ہونے والوں میں کچھ مسلمان عورتیں بھی تھیں جنہوں نے اپنے

ناموس اور اپنی عزت

کے تحفظ کا ملک سے مطالبہ کیا تھا تو بادشاہ یکدم کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ باوجود موجودہ جنگوں کے لشکر فوراً ہندوستان کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ مسلمان لشکر ہندوستان میں پہنچا اور وہ اس وقت تک واپس نہیں گیا جب تک اس نے اس ملک کو فتح نہیں کر لیا۔

مگر یہ تو طاقت کے زمانہ کی بات تھی۔ جب سلمان اپنی شاندار حکومت قائم کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں جب مسلمان بالکل گر چکے تھے۔ خلافت صرف نام کی باقی رہ گئی تھی اسلامی خلیفہ صرف بغداد کا خلیفہ کہلاتا تھا۔ عرب کی الگ حکومت قائم ہو چکی تھی حلب کی الگ حکومت قائم ہو چکی تھی۔ مصر کی الگ حکومت قائم ہو چکی تھی۔ خراسان کی الگ حکومت قائم ہو چکی تھی۔ گویا مسلمان حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی۔ صرف خطبوں میں خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ خدا فلاں عباسی خلیفہ کی شہرت کو بڑھائے اور اس کی عزت کو قائم کرے۔ لیکن عملاً ہر علاقہ میں الگ الگ حکومتیں قائم تھیں۔

خلافت کا اقتدار

مٹ چکا تھا۔ صلیبی جنگیں شروع ہو گئی تھیں۔ اور عیسائی پھر مسلمان ممالک کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کی فوجیں فلسطین میں اتر رہی تھیں اور عکا انہوں نے فتح کر لیا تھا۔ اس وقت ایک مسلمان عورت کو عیسائیوں نے پکڑ لیا۔ وہ عورت ان پڑھ اور جاہل طبقہ کے لوگوں میں سے تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں بھی یہ خطبہ پڑھا کرتے تھے کہ خدا ہمارے بادشاہ جہانگیر کی عزت بلند کرے۔ وہ بے چاری بھی ایسی ہی تھی اُسے پتہ نہیں تھا کہ خلیفہ کیا ہوتا ہے صرف اس نے سُنا ہُوا تھا کہ مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوتا ہے اور اس کی بڑی طاقت ہوتی ہے۔ جب اس عورت کو گرفتار کرنے کے لئے عیسائیوں نے ہاتھ ڈالا تو اس خیال کے ماتحت کہ مجھے کیا ڈر ہے جبکہ ہمارا

ایک خلیفہ موجود ہے

اس نے زور سے آواز دی کہ میں خلیفہ سے اپنی

فریاد کرتی ہوں۔ اس وقت ایک مسلمان قافلہ وہاں سے گذر رہا تھا اس نے یہ آواز سنی اور ہنستے ہوئے وہاں سے چل پڑا کہ یہ عورت کیسی بیوقوف ہے۔ اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہمارے خلیفہ کی آج کل کیا حالت ہے اور وہ اس کی کچھ مدد بھی کر سکتا ہے یا نہیں۔ چلتے چلتے قافلہ ایک دن بغداد پہنچا۔ قافلہ کے پہنچنے پر شہر کے تمام لوگ اکٹھے ہو گئے اور باتوں باتوں میں پوچھنے لگے کہ سفر کی کوئی عجیب بات سناؤ۔ انہوں نے ہنستے ہوئے کہا کہ سب سے بڑا عجوبہ ہم نے یہ دیکھا کہ ایک مسلمان عورت کو عیسائیوں نے پکڑ لیا۔ تو وہ عورت بلند آواز سے کہنے لگی کہ میں خلیفہ سے اپنی فریاد کرتی ہوں۔ حالانکہ ہمارا خلیفہ تو بغداد سے بھی نہیں نکل سکتا اور وہ شام میں بیٹھی ہوئی خلیفہ کو اپنی مدد کے لئے بلاتی ہے۔ یہ لطیفہ شہر میں پھیلنا شروع ہوا یہاں تک کہ پھیلتے پھیلتے

دربارِ خلافت میں

بھی پیش ہو گیا۔ کسی شخص نے خلیفۂ وقت سے کہا کہ اس طرح شام کے علاقہ میں ایک مسلمان عورت کو عیسائیوں نے گرفتار کر لیا ہے اور ہم نے سنا ہے کہ جب وہ گرفتار ہوئی تو اس نے بلند آواز سے کہا کہ میں خلیفہ کو اپنی مدد کے لئے پکارتی ہوں۔ خلافت اس وقت مٹ چکی تھی۔ اسلامی حکومت تنزل میں جا رہی تھی۔ لیکن ابھی وہ زمانہ نہیں آیا تھا کہ بادشاہت کی بُو بھی ان کے دماغ سے اڑ گئی ہو۔ جب یہ روایت خلیفہ کے سامنے بیان کی گئی تو وہ عباسی بادشاہ اپنے تخت سے فوراً نیچے اتر آیا اور اس نے کہا

خدا کی قسم

اگر اس مسلمان عورت نے مجھ پہ اعتبار کیا ہے تو میں بھی اب واپس نہیں لوٹوں گا جب تک کہ اس عورت کو آزاد نہ کرا لوں۔ اس وقت مسلمان گو متفرق ہو چکے تھے مگر خلافت سے محبت ابھی کچھ باقی تھی اور اسلام کی طاقت کی یاد ان کے ذہنوں میں تھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اس مُردہ اور سڑے گلے جسم میں بھی زندگی کا خون دوڑنے لگ گیا ہے تو سارے شہر میں ایک آگ لگ گئی۔ بغداد پندرہ بیس لاکھ کا شہر تھا۔ ہزاروں ہزار مسلمان کھڑا ہو گیا اور انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم واپس نہیں لوٹیں گے جب تک مسلمان عورت کو آزاد نہ کرا لیں جب یہ خبر ادھر ادھر پھیلی تو

وہی آزاد حکومتیں

جو اس بات پہ خلیفہ سے جھگڑ رہی تھیں کہ تم کون ہوتے ہو ہم پہ حکومت کرنے والے۔ ہم آزاد ہیں۔ اُنہی کی طرف سے پیغام آنے شروع ہو گئے کہ ہم اپنی فوجیں آپ کی مدد کے لئے بھجوا رہے ہیں چنانچہ اسلامی لشکر گیا اور عیسائیوں سے لڑا

اور اس عورت کو آزاد کرا لیا تو ایک زمانہ وہ تھا۔ جب مسلمان اتنی بڑی طاقت کا مالک تھا مگر آج مسلمان کی یہ حالت ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل اسکو سمجھا جاتا ہے اگر وہی کیفیت جو آج مسلمانوں کی ہے۔ یکدم ان پر وارد ہو جاتی تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید ان میں سے ایک بھی نہ بچتا ساروں کی جان نکل جاتی

ہٹلر کو دیکھ لو

چونکہ وہ یکدم گرا تھا اسلئے خودکشی کر کے مر گیا اس سے یہ برداشت نہ ہو سکا کہ کجا میری یہ حالت تھی کہ مجھے جرمنی پر حکومت حاصل تھی اور حکومت بھی استبداد والی اور کجا یہ کہ اب مجھے روسیوں اور امریکنوں کی غلامی اختیار کرنی پڑے گی۔ یہ چیز اس کی طاقتِ برداشت سے باہر ہو گئی اور وہ مر گیا۔ اسی طرح ہزاروں ہزار واقعات دنیا میں نظر آتے ہیں کہ جب لوگوں کی طاقتِ برداشت سے کوئی بات بڑھ گئی۔ تو وہ خودکشی کر کے مر گئے۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ اگر یکدم مسلمانوں کی یہ حالت ہو جاتی تو شاید کچھ ہی لوگ جو بہت ہی بے غیرت ہوتے بچ جاتے باقی سب کے سب مر جاتے۔ اگر مامون اور امین کے زمانہ سے حالات یکدم گر کر آج کی حالت پیدا ہو جاتی تو نوّے

بلکہ نوے فی صدی مسلمان

تو ضرور اس صدمہ سے مر جاتے۔ وہ خودکشی تو نہ کرتے کیونکہ خودکشی اسلام میں منع ہے۔ مگر وہ مر ضرور جاتے۔ لیکن چونکہ وہ آہستہ آہستہ گرے۔ باپ کی حالت سے بیٹے کی حالت کمزور ہو گئی اور بیٹے کی حالت سے پوتے کی حالت گر گئی اسلئے ان میں طاقتِ برداشت بھی پیدا ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ آج مسلمان اس حالت کو پہنچ گیا ہے کہ اس کی عزت اور ناموس کی کوئی قیمت نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اسکے کہ آج ہماری جماعت کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مسلمانوں کو ترقی کا ایک نیا موقع بخشا گیا ہے۔ ان میں وہ بیداری نہیں پائی جاتی جو زندہ اور فعّال جماعتوں میں پائی جانی چاہیئے۔ ان میں وہ جنون نہیں پایا جاتا۔ جو دنیا کو کھا جانے والی قوموں میں پایا جاتا ہے۔ ان میں مردنی چھا چکی ہے۔ وہ عادی ہو چکے ہیں ذلت کے۔ وہ عادی ہو چکے ہیں رسوائی کے۔ وہ

غلامی کی کڑیوں کو

اپنے لئے زیور سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے سروں پر لدے ہوئے بوجھ کو اپنے لئے عزت

کا موجب سمجھتے ہیں اسلئے ان میں وہ بیداری نہیں۔ وہ عزم نہیں وہ بے چینی نہیں جو حقیقی ذلت کے پہچاننے والے انسانوں میں ہوا کرتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ اپنا مامور بھیجتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ قوم اب پچھلی مصیبتوں کی عادی ہو چکی ہے۔ اب ان کے دلوں میں اگلی امیدیں پیدا کر دو تاکہ یہ مردہ قوم پھر زندہ ہو سکے۔

یہی فرق ہے

مولویوں میں اور خدا تعالےٰ کی طرف سے آئے ہوئے ماموروں میں۔ مولوی ہمیشہ پچھلی مصیبتیں یاد دلاتا ہے اور اس طرح قوم کے ارادوں کو پست کرتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کا مامور ان کے دلوں میں نئی امیدیں پیدا کر کے انہیں آئندہ کی ترقی کے لئے ابھارتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ تم طاقتور ہو تم دنیا پر غالب آنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تم آگے بڑھو کہ دنیا کی قوموں کی باگ تمہارے ہاتھ میں آنیوالی ہے۔ لیکن بوجہ ایک پرانی عادت کے پڑ جانے کے ہزاروں ہزار لوگ ایسے ہیں جن کو جھنجھوڑنا پڑتا ہے۔ جن کو جگانا پڑتا ہے جن کو بیدار کرنا پڑتا ہے۔ مگر وہ پھر سو جاتے ہیں وہ پھر گر جاتے ہیں وہ پھر سست اور غافل ہو جاتے ہیں۔ پس

حقیقت یہی ہے

کہ ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنہار لاٰیٰت لاولی الالباب

سمجھدار انسان کے لئے اس دنیا کے پردہ پر ہزاروں بیداری کی چیزیں ہیں۔ کسی کے لئے یہ امر بیداری پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے کہ میں گر کر کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور کسی کے لئے یہ امر بیداری پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے میری ترقی کے لئے کہاں تک سیڑھیاں لگا رکھی ہیں کہ میں ان سیڑھیوں کے ذریعہ زمین سے نکل کر آسمان تک پہنچ سکتا ہوں غرض کسی کے لئے رات

ہدایت کا موجب

ہو جاتی ہے اور کسی کے لئے دن ہدایت کا موجب ہو جاتا ہے اور یہ رات اور دن کا چکّر چلتا چلا جاتا ہے۔ قدرت کے قانون کے مطابق راتوں کا آنا بھی ضروری ہے اور دنوں کا آنا بھی ضروری ہے۔ لیکن اگر رات کو دن سے بدلا جاسکے تو کون ہے جو یہ پسند نہیں کریگا کہ میرے کام کا زمانہ لمبا ہو اور میری غفلت اور

سونے کا زمانہ کم ہو۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ دن بھی ضروری ہے۔ اور رات بھی ضروری۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اگر دن لانا ہمارے اختیار میں ہو۔ تو ہم کام کے وقت رات کو لائیں گے ہی کیوں؟ ہم تو یہی چاہیں گے۔ کہ کام کا زمانہ لمبا ہو۔ عقلمند انسان جو قشر کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ مغز پر نگاہ رکھتا ہے۔ جو ظاہر کو نہیں بلکہ باطن کو دیکھتا ہے۔ اسکی اصل توجہ ہمیشہ اپنے کام کی طرف رہتی ہے۔ وہ اس بات کی پروا نہیں کرتا۔ کہ اسے کام کے بدلہ میں کچھ تنخواہ بھی ملتی ہے یا نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ جس چیز کے پیچھے میں لگا ہوا ہوں۔ وہی میری روٹی وہی میرا کپڑا اور وہی میری

زندگی کا سہارا

ہے۔ واقعہ یہی ہے۔ کہ انسان روٹی سے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے کلام سے زندہ رہتا ہے۔ دنیا میں دو قسم کی روٹی ہوتی ہے۔ ایک وہ روٹی ہوتی ہے۔ جو سینکڑوں سال کے لئے مل جاتی ہے۔ اور ایک وہ روٹی ہوتی ہے۔ جس کے لئے صبح بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور شام کو بھی۔ قرآن کریم میں عیسائیوں کے متعلق ذکر آتا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت مسیح ناصری سے کہا۔ کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ وہ ہمیں وہ مائدہ دے جو آسمان سے نازل ہو۔ اس کے معنے یہی تھے۔ کہ وہ ہمیں

روحانی بادشاہت

عطا کرے۔ کیونکہ روحانی بادشاہت میں ایک ایسی چیز ہے۔ جو آسمان سے اترتی ہے۔ اور جس کے حصول کے بعد صبح شام کی محنت جاتی رہتی ہے۔ اسی لئے وہ قومیں جو مذہب کے ذریعہ دنیا میں ترقی کیا کرتی ہیں۔ ان کے لئے صبح شام کی محنت جاتی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کی حاکم ہو جاتی ہیں۔ دنیا کے خزانے ان کے ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں بے محنت آپ ہی آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے روزی مہیا ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جب روحانی بیداری ختم ہو جاتی ہے۔ تو جیسے موسیٰؑ کے بعد ہوا۔ اور جیسے عیسیٰؑ کے بعد ہوا۔ اور جیسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہوا۔ پھر وہ قوم سزا پاتی ہے۔ اور ہر شخص اپنے کئے کا نتیجہ بھگتتا ہے۔ تمہارے اندر بھی اس وقت خدا تعالےٰ کی طرف سے

ایک نئی روح

پیدا کی گئی ہے۔ تمہارے لئے بھی ایک نیا مقصد مقرر کیا گیا ہے۔ تمہارے لئے بھی ایک نئی زندگی

پیش کی گئی ہے۔ امریکہ کو باوجود اس کی ساری طاقت کے کوئی یہ کہنے والا نہیں کہ اٹھ اور میں تجھے اٹھاؤں گا۔ انگلستان کو باوجود اتنا طاقتور ملک ہونے کے کوئی یہ کہنے والا نہیں۔ کہ اٹھ اور میں تجھے اٹھاؤں گا۔ اسی طرح جرمنی۔ فرانس۔ سپین۔ روس۔ چین۔ جاپان اور ہندوستان کو کوئی یہ کہنے والا نہیں کہ اٹھ اور میں تجھے اٹھاؤنگا صرف ایک احمدی جماعت ہی اس دنیا کے پردہ پر ایسی ہے جسے خدا نے اپنے عرش سے یہ کہا۔ کہ اٹھ اور میں تجھے اٹھاؤں گا۔ اگر ہم پھر بھی نہیں اٹھتے۔ تو ہم سے زیادہ بدبخت اور کون ہو سکتا ہے۔

قابل توجہ موصیاں

جن موصیوں کے فارم اصل آمد پر ہو کر آ گئے ہیں۔ ان کو سنہ ۵۱-۱۹۵۰ء کا حساب بھجوایا جا رہا ہے۔ اور جن کے ذمہ چھ ماہ سے زائد کا بقایا ہے۔ ان کے نام آخری رجسٹرڈ نوٹس بھی بھیجا جا رہا ہے۔ اگر انہوں نے اب بھی توجہ نہ کی۔ اور ایک ماہ کے اندر بقایا ادا نہ کیا۔ اور نہ ہی اپنی معذوری ظاہر کر کے مہلت حاصل کی۔ تو ان کی وصیت منسوخ ہو جائے گی۔ پھر ان کو افسوس نہ ہو۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز)

اعلان دار القضاء ربوہ

حکیم نظام الدین صاحب نے عبد الرحمٰن صاحب دوکاندار حال مقیم چوبارہ ضلع سیالکوٹ سے مبلغ -/۲۲۰ روپے دلائے جانے کی درخواست دی تھی۔ جس کی سماعت کے لئے فریقین کو بتاریخ ۵/۷/۵۲ طلب کیا گیا۔ عبد الرحمٰن صاحب مذکور اطلاع کے باوجود حاضر نہ ہوئے۔ اس لئے ان کے خلاف مبلغ -/۱۷۹ روپے بقایا قیمت ایک راس گائے کی ڈگری دی گئی ہے۔ عبد الرحمٰن صاحب کو معمولی طریق سے فیصلہ کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا انہیں اطلاع دی جاتی ہے۔ وہ اس فیصلہ کی منسوخی کے لئے ایک ماہ تک درخواست دے سکتے ہیں (ناظم احمدیہ دار القضاء ربوہ ضلع جھنگ)

تلاش گمشدہ:- میرا لڑکا منور اقبال متعلم جماعت دہم تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ عرصہ ایک ماہ سے لاپتہ ہے۔ عزیز کو چاہیئے۔ کہ اس اعلان کو دیکھتے ہی گھر پہنچ جائے۔ اسکی والدہ ازحد غمگین ہے۔ اگر عزیز آئندہ تعلیم جاری نہ رکھنا چاہتا ہو۔ تو اگر تجارت شروع کر دے۔ اگر عزیز کسی دوست کے پاس ہو۔ تو وہ مہربانی فرما کر اسے سمجھا بجھا کر گھر بھجوا دیں۔ مہربانی ہوگی۔ (خاکسار رحمت اللہ سابق سٹیشن ماسٹر ربوہ)

تقرر قاضیان!

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور کی درخواست پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم ڈاکٹر عبید اللہ صاحب (۲) مکرم مولوی عبد القادر صاحب بھاگلپوری (۳) مکرم پروفیسر شہادت الرحمٰن صاحب اور (۴) مکرم شیخ نور احمد صاحب وکیل کو لاہور کے لئے قاضی مقرر فرمایا ہے۔ لہٰذا لاہور اور اس سے ملحقہ جماعتوں کے افراد کو چاہیئے۔ کہ اپنے تنازعات مقامی قاضی صاحبان کے سامنے پیش کریں۔

(ناظم دار القضاء سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ)

(۲) مکرم جناب امیر صاحب جماعت احمدیہ کوئٹہ کی درخواست پر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل کو کوئٹہ اور اس کے مضافات کی جماعتوں کے لئے قاضی مقرر فرمایا ہے۔ وہاں کے احباب آئندہ اپنے تنازعات ان مقامی قاضی صاحبان کے پیش کر کے فیصلہ کرائیں (۱) مکرم ابو الفیض الحق خان صاحب۔ (۲) ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب سول ہسپتال کوئٹہ (۳) سید قربان حسین شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس۔

(ناظم دار القضاء سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ پاکستان)

مہدی علیہ السلام کے بارے میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ہی سخت تاکیدی فرمان

مہدی کے ظہور کی خبر سنتے ہی تم پر فرض ہے کہ اس کی بیعت میں داخل ہو جاؤ خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے مسلم۔ یہ نہایت ہی سخت تاکیدی حکم ہے۔ احمدی جماعت کا فرض ہے کہ وہ غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پہنچائے۔ اس کی آسان راہ یہ ہے۔ کہ آپ اپنے علاقہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے اور لائبریریوں کے پتہ جات روانہ فرمایئے۔ ہم یہاں سے ان کو مناسب لٹریچر روانہ کریں گے۔

عبد اللہ الٰہ دین سکندر آباد دکن

اپنے بچوں کو تعلیم الاسلام کالج لاہور میں بھجوائیے

کیونکہ اس قومی کالج میں
ا۔ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔
ب۔ کالج کے ہوسٹل میں رہنے والے طلبا پنج وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ نمازوں کے بعد قرآن کریم۔ بخاری شریف اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درس بھی ہوتے ہیں۔ نیز طلبا کی ہر رنگ کی تربیت کا خاص اہتمام ہے۔
ج۔ اخراجات دوسرے کالجوں کی نسبت بہت کم ہیں۔
د۔ سٹاف طلبا کی انفرادی بہبودی میں ذاتی دلچسپی لیتا ہے۔
ر۔ یہ آپ کا قومی ادارہ ہے۔ اور اسے کامیاب بنانا ہر احمدی کا فرض ہے۔
ہ۔ کالج بہترین نتائج نکال رہا ہے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان گزشتہ سے پیوستہ سال شائع ہوا تھا۔

"چاہیئے کہ ہر احمدی تعلیم الاسلام کالج میں اپنے لڑکے کو داخل کروائے۔ اور اس بارہ میں لڑکے کی مخالفت کی پرواہ نہ کرے۔ تاکہ دینیات کی تعلیم ساتھ ساتھ ملتی جائے۔" خاکسار مرزا محمود احمد
(الفضل ۳ ستمبر ۱۹۴۹ء)

نوٹ:۔ ایف اے ایف ایس سی کے تمام مضامین کا داخلہ شروع ہے اور ۱۶ جون تک رہے گا۔ اور اس کے بعد دس روز لیٹ فیس کے ساتھ جاری رہے گا۔
مزید کوائف کے لئے دفتر کالج سے پراسپکٹس طلب فرمائیں۔ (پرنسپل)

احباب اخبار "بدر" قادیان کی اعانت فرمائیں

باوجود گوناگوں مشکلات اور دقتوں کے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے خاص ارشاد کے ماتحت اخبار بدر کا اجرا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان دارالامان سے کیا جا چکا ہے۔ اب اخبار کا بارہواں پرچہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ اخبار سلسلہ کی آئندہ ترقی اور غلبہ کا پیش خیمہ ہے۔ اس میں علاوہ حضرت اقدس کے خطبات اور ارشادات کے بزرگان سلسلہ کے اہم اور قیمتی مضامین اور ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر بھی تبصرہ ہوتا ہے۔

اس اخبار کے ذریعہ آپ کو قادیان مقدس کے ضروری حالات اور تبلیغی مشنوں کے کوائف معلوم ہوتے رہیں گے۔ آپ اس اخبار کی مدد مندرجہ ذیل طریقوں پر فرما سکتے ہیں۔

(۱) تمام صاحب استطاعت احباب "بدر" کے خریدار بنیں۔ اور خریدار بننے کے بعد باقاعدگی کے ساتھ چندہ اخبار ادا کریں۔ اور کسی صورت میں بھی بقایا نہ ہونے دیں۔

(۲) تمام احباب پوری جدوجہد سے اپنے رشتہ داروں دوستوں اور دوسرے لوگوں کو اس اخبار کے خریدار بنائیں۔ اور اس طرح خریداروں کی تعداد کو بڑھائیں

(۳) جو دوست استطاعت رکھتے ہوں وہ علاوہ اپنا چندہ ادا کرنے کے زائد عطیہ بھی بھجوائیں۔ تاکہ اس سے معزز غیر احمدی احباب اور سرکاری افسران کو مفت اخبار روانہ کیا جا سکے۔ اور اس طرح اسلام اور احمدیت کی تبلیغ میں وسعت پیدا ہو۔

(۴) جو دوست مضامین لکھنے کی قابلیت رکھتے ہوں وہ ضرور باقاعدگی کے ساتھ اپنے مضامین اخبار میں اشاعت کے لئے بھجوائیں۔

(۵) اگر کسی دوست کو اخبار میں کوئی نقص یا کمی معلوم ہو۔ یا اس کی ترقی کے لئے کوئی تجویز ذہن میں آئے۔ تو ہمیں لکھ کر ممنون فرمائیں۔

(۶) سب سے اہم امداد بذریعہ دعا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی نصرت و مدد کے بغیر سب محنتیں رائیگاں اور سب کوششیں اکارت جاتی ہیں۔ پس احباب خاص دعاؤں سے بھی ہماری امداد فرمائیں کہ خدا تعالےٰ اپنے خاص فضل و احسان سے ہماری حقیر کوششوں میں برکت دے۔ اور اس اخبار کے نور کو چاردانگ عالم میں پھیلانے کا موجب بنائے۔ اور ہم سے وہ کام لے۔ جو اس کی رضا کے مطابق اور اس کی خوشنودی کے عطر سے ممسوح ہو۔

منیجر اخبار بدر قادیان

چندہ جلسہ سالانہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاص مقصد کے ماتحت جلسہ سالانہ کا اجرا فرمایا تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ جلسہ ہر سال مرکز میں ہوتا ہے۔ احباب جماعت کے مشورہ پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ کے اخراجات چلانے کے لئے اس امر کی اجازت مرحمت فرمائی ہوئی ہے۔ کہ صدر انجمن احمدیہ ہر فرد سے جس کی کچھ نہ کچھ آمد ہو۔ اس کی ایک ماہ کی آمد کا دس فیصدی بطور چندہ جلسہ سالانہ وصول کرے۔ نظارت بیت المال کی طرف سے اس بارے میں گاہے گاہے احباب کو متوجہ بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی نظارت بیت المال کے کارکنان پر یہ اثر ہے۔ کہ ہر فرد اپنے ذمہ کا پورا چندہ ادا نہیں کرتا ہے۔ حالانکہ یہ چندہ بھی ایسے ہی فرضی چندہ ہے۔ جیسے چندہ عام یا حصہ آمد۔ بہرحال احباب جماعت کی خدمت میں بذریعہ اعلان ہذا التماس ہے۔ کہ وہ اس سال اپنے چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی کے لئے ابھی سے کوشش فرمائیں۔ بہتر ہو کہ جو رقم ان کے ذمہ آتی ہے۔ ابھی سے ماہ بماہ باقساط ادا کرنے لگ جائیں۔ اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ ہر ماہ تھوڑی رقم دینے سے مالی لحاظ سے زیادہ بوجھ محسوس نہیں ہوگا۔ امید ہے مقامی عہدہ داران مال اس کے مطابق مقامی حالات کے پیش نظر چندہ جلسہ سالانہ کی وصولی کا انتظام ابھی سے شروع کر دیں گے
نظارت بیت المال

جامعہ نصرت ربوہ میں داخلہ

میٹرک کا نتیجہ نکل چکا ہے۔ اور جامعہ نصرت میں طالبات کا داخلہ شروع ہو چکا ہے۔ احباب جماعت کو چاہیئے کہ اپنی بچیوں کو اپنے کالج میں تعلیم دلوائیں۔ تاکہ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ اعلےٰ دینی تعلیم اور تربیت حاصل کر سکیں۔ ۷ رجون تک انٹرویو لیا جائے گا۔ داخل ہونے والی طالبات کو اپنی درخواستیں فوراً بھجوا دینی چاہئیں۔ کالج کے ساتھ ہوسٹل کا بھی انتظام ہے۔ پراسپکٹس اور فارم پرنسپل جامعہ نصرت سے لکھ کر منگوائے جا سکتے ہیں۔ داخل ہونے والی طالبات اپنی درخواستوں کے ساتھ Provisional اور کیریکٹر سرٹیفکیٹ بھی بھجوائیں۔
ڈائریکٹرس جامعہ نصرت

تجربہ کار ڈرائیور کی ضرورت

صدر انجمن احمدیہ کی بیوک کار کے لئے ایک تجربہ کار ڈرائیور کی ضرورت ہے۔ ربوہ کی رہائش کے خواہشمند احباب کے لئے یہ خاص موقعہ ہے۔ اپنی درخواستیں بہ تصدیق امیر جماعت احمدیہ معہ تصدیقی سرٹیفکیٹ کارکردگی جلد از جلد بھجوا دیں۔ (پرائیویٹ سیکرٹری)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی صحت یاب ہو گئے

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا بخار کل آٹھویں دن اتر گیا۔ حالت تشویشناک نہیں رہی کمزوری باقی ہے۔ احباب صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ ملک صلاح الدین درویش دارالمسیح قادیان

درخواست دعا

احباب چوہدری عنایت اللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی اور ان کے بیٹے چوہدری بشیر احمد صاحب بی۔ اے کاٹن انسپکٹر کی مقدمہ قتل میں باعزت بریت کے لئے دردمندانہ دعا فرمائیں۔ ہدایت اللہ مسجد احمدیہ لائل پور